© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اشارات

# اسلامی تحریکیں اور سیاسی مستقبل

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد

گذشتہ چند برسوں سے اسلامی تحریکوں کے حوالے سے ایک سوال بار بار اٹھایا جا رہا ہے کہ: 'کیا اسلامی تحریکات کا کوئی سیاسی مستقبل ہے؟' یا مغربی صحافت و ابلاغ عامہ کے اس قیاس کو درست مان لیا جائے کہ: 'اب نظریاتی جنگ کا دور ختم ہو چکا اور یہ صدی سرمایہ دارانہ نظام کی صدی ہے؟' لٰہذا، دنیا کے دیگر تمام سیاسی نظاموں کو موجودہ حالات کے تناظر میں اپنے اندر تبدیلی اور لچک پیدا کر کے سرمایہ دارانہ طرزِ فکر اور نظام کے ساتھ تعاون و اشتراک کی شکلیں اختیار کرنی ہوں گی۔

مغربی اور مغرب زدہ مصنّفین نے اس تصور کو اتنی تکرار کے ساتھ علمی جرائد، اخبارات اور برقی ابلاغ عامہ میں پیش کیا ہے کہ آج ایک نوجوان یہی سوچتا ہے کہ اسلام اور سرمایہ دارانہ نظام کی نظریاتی جنگ اب لاحاصل ہے۔ اس لیے مقابلے کے لیے دو ہی راستے ہیں: زیرزمین سرگرمی کے ذریعے کسی عسکری انقلاب سے نظام بدلا جائے، یا پھر مغربی سرمایہ دارانہ جمہوریت سے سمجھوتا کر کے اسلام کے آفاقی اصولوں کو کچھ عرصے کے لیے کسی سردخانے میں ڈال دیا جائے اور وقت کی راگنی کے ساتھ اپنی لَے ملا کر سیاسی زندگی کے سفر کو آگے بڑھایا جائے۔ اس فکری انتشار کے نتیجے میں بہت سے نوجوان اسلامی نظام کے قیام کو شک کی نگاہ سے دیکھنے پر مجبور اور اپنی 'دینی وابستگی' اور 'سیاسی وابستگی' میں فرق پیدا کرنے پر آمادہ نظر آ رہے ہیں۔ اس نازک اور فیصلہ کن دور میں اس بات کی ضرورت ہے کہ عالمی تناظر میں اس صورتِ حال کا تجزیہ کیا جائے اور ایک مثبت زاویۂ نظر فراہم کیا جائے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



**موجودہ عالمی کش مکش**

عالمی پس منظر میں دیکھا جائے تو حقیقت یہ ہے کہ جس سرد جنگ کا آغاز جنگ عظیم اول سے شروع ہوا تھا وہ ایک مختصر وقفے کے بعد آج بھی نئی شکل میں برقرار ہے، اور اس سرد جنگ کے علم بردار یورپی ممالک اور امریکا دنیا کے نقشے پر اور خصوصاً مسلم دنیا کی بندر بانٹ کرنے میں پہلے سے زیادہ سفاکی اور چالاکی کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں۔ دوسری جانب مسلم ممالک کے فوجی، موروثی اور سیاسی حکمران اپنے ذاتی اقتدار کو بچانے کے لیے مسلم مفاد سے قطع نظر مغربی شاطروں کو ہی اپنا خیر خواہ سمجھتے ہوئے انھی کے اشاروں پر سرگرم عمل ہیں۔ یورپی طاقتوں خصوصاً برطانیہ، فرانس اور امریکا 'ناٹو' کے ذریعے اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے مسلم دنیا کو مزید تقسیم کر کے انھیں مجبور و محکوم بنانے میں مصروف ہیں۔ ادھر روس اس 'مالِ غنیمت' میں سے اپنا حصّہ بٹورنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہا ہے، جب کہ مسلم ممالک کے حاکم طبقے، ان خطرات کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتے ہوئے اپنے علاقوں میں ایسی اصلاحات کر رہے ہیں، جو مغربی طاقتوں کو یقین دلا سکیں کہ انھیں مسلم دنیا سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مسلم دنیا تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر ان کی نذر کرتی رہے گی، تاکہ اس وفاداری کے نتیجے میں مسلم ممالک کے حاکموں کو اقتدار سے بے دخل نہ کیا جائے۔

خود مغربی مفکرین تاریخی شواہد کے ساتھ یورپی ممالک کے عزائم اور عملی کردار پر واضح الفاظ میں تنقید کر رہے ہیں، مگر مسلم ممالک کے سربراہ اور مغرب زدہ مسلم دانش ور اس کھلی کتاب کو پڑھنے سے آنکھیں چرا رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ۲۰۱۶ء میں شائع شدہ ایک اہم کتاب قابلِ ذکر ہے، جس کے مصنف ایم ای میک ملن نے تاریخی دستاویزات کے ساتھ یہ بات ثابت کی ہے کہ برطانیہ، فرانس اور روس نے باہمی تعاون کے ساتھ مسلم دنیا میں عدم استحکام، انتشار اور جمہوریت کے قیام کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرنے اور جمہوری عمل کو ناکام بنانے میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ میک ملن کا شائع کردہ تاریخی جائزہ مغرب کے دہرے اخلاقی معیار، مسلم دشمنی اور مفاد پرستی کی سچی تصویر پیش کرتا ہے اور نام نہاد حقوقِ انسانی، مساوات انسانی، جمہوریت پرستی کے غبارے کی ہوا نکال دیتا ہے۔ (دیکھیے: From the First World War to the Arab Spring. What's Really going on in the Middle East?، ناشر: پالگریو میک ملن، امریکا، ۲۰۱۶ء)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس جملۂ معترضہ کے ساتھ یہ کہنا ضروری ہے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم دانش وَر جو یہ بات بار بار کہتے ہیں کہ سابقہ سویت یونین کا منتشر ہونا سرمایہ داری کی فتح ہے، یہ کہتے ہوئے وہ بھول جاتے ہیں کہ وہ دو ایسے نظاموں کا مقابلہ کر رہے ہیں، جن کی بنیاد ہی مادہ پرستی، انفرادیت پرستی، اور محسوسات پر مبنی نظام حیات (Empiricism) پر ہے۔ مادہ پرستی کی طرف سے اس تقابلی مطالعے کو سادہ لوحی تو کہا جاسکتا ہے لیکن اسے کسی ایک کی فتح اور دوسرے کی شکست قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مغربی سرمایہ داری، وسائل پر غیر محدود کنٹرول حاصل کر لینے کو کامیابی قرار دیتی ہے، جب کہ اشتراکی تصورِ معیشت، ریاست کی معاشی اجارہ داری کو اپنا ایمان سمجھتی تھی۔ اس طرح دونوں کی اصل، مادہ پرستی اور معاشی قوت کا استحصالی استعمال رہا ہے۔ اس لیے ایک کا منتشر ہو جانا دوسرے کی فتح نہیں کہا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ روس اور چین دونوں میں نجی ملکیت اور سرمایہ کاری اور مارکیٹ کی معیشت کے فروغ کے باوجود امریکا، یورپ اور سابقہ اشتراکی دنیا ایک طرح کی ملی جلی معیشت (mixed economy) کا نقشہ پیش کر رہے ہیں اور معاشی دلدل سے نکل نہیں پار ہے۔

**نظریاتی کش مکش کے خاتمے کا دعویٰ**

اس مختصر نظریاتی جائزے سے معلوم ہوا کہ پہلے بھی اور آج بھی اگر مقابلہ ہے اور مقابلہ ہوسکتا ہے، تو اُن کے درمیان جو اصل کے لحاظ سے مختلف ہوں۔ ماضی میں بھی اور آج بھی اگر مادہ پرست سرمایہ دارانہ یا اشتراکی معاشی نظاموں کے مقابلے میں کوئی متبادل نظام عوام الناس کو فلاح، کامیابی اور سکون فراہم کر سکتا ہے تو وہ اسلامی نظام معیشت اور نظام سیاست ہی ہے۔ یہاں امر بھی پیش نظر رہے کہ اگر واقعی نظریاتی جنگ کا دور ختم ہو گیا ہے تو پھر سرمایہ داری کے علَم بردار ممالک 'مسلم ریاست' اور اسلام کے نام سے پریشان کیوں ہوتے ہیں؟ 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' دراصل ہر اس کوشش کے خلاف محاذ قائم کرنا ہے کہ جو اسلامی تصورِ حیات کو دنیا میں کسی بھی خطے میں رائج کرنے کے لیے کی جارہی ہو۔ جس سے یہ بات متعین ہوتی ہے کہ نظریاتی جنگ کا دور ختم نہیں ہوا اور ختم نہیں ہوسکتا۔

مغرب کے بہت سے مفکرین گذشتہ دو عشروں سے برابر کہہ رہے ہیں کہ مغربی تہذیب کی برتری اور خصوصاً امریکی قیادت کا دور ختم ہو رہا ہے اور ایک ایشیائی قوت، چین اس خلا کو پُر کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



کے لیے آگے بڑھ رہی ہے۔ اگر بعض مسلمانوں میں کچھ دانش ور اس حقیقت کے باوجود یہ راے رکھتے ہیں کہ نظریاتی جنگ کا دور ختم ہوگیا ہے، تو یہ ان کی سادہ لوحی اور حقائق سے نظریں چرانا ہے۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ خصوصاً مغرب، اسلام سے خائف ہو کر اپنے تمام وسائل کو مسلم دنیا میں باہمی ٹکراؤ پیدا کرنے اور مسلم دنیا کے قدرتی وسائل پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے ایشیا اور مشرق وسطیٰ میں مسلسل دخل اندازی کر رہا ہے، وہ اسی نظریاتی ٹکراؤ اور جنگ کا ایک محکم ثبوت ہے۔ اگر اسلامی نظریے میں وہ دم خم نہ ہوتا، تو پھر مغرب پر اسلام کا ہوّا کیوں سوار ہے؟ وہ کیوں ہر تخریبی اور منفی کارروائی کو بنیاد پرستی، انتہاپسندی اور دہشت گردی وغیرہ کا نام دے کے اسلام اور مسلمانوں سے منسوب کر دیتا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ ذہنی محکومیت اور مغربی مفروضوں کے تناظر میں اسلامی ریاست اور اسلامی نشاتِ ثانیہ کے مستقبل سے مایوسی کا رویہ ہے، جس پر نظرثانی کی ضرورت ہے۔ گذشتہ زمانے کی اشتراکی معیشت کی اخلاقیات اور موجودہ زمانے کی حکمران مغربی سرمایہ دارانہ معیشت کی اخلاقی اقدار میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اس بنا پر ان دونوں کا مقابلہ اگر کسی نظامِ فکر سے ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہی ہے جو اپنے ماخذ اور تشکیل کے لحاظ سے ایک بالکل مختلف تصور کی نمایندگی کرتا ہے۔

یہ جائزہ نامکمل ہوگا اگر اس طرف اشارہ نہ کیا جائے کہ اگر واقعی اسلام اور سرمایہ دارانہ یا اشتراکی نظاموں کے درمیان نظریاتی اور سیاسی جدوجہد کا دور ختم ہو چکا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ مصر میں اخوان المسلمون ۷۰ سالہ آزمایشوں سے گزرنے کے باوجود سابقہ انتخابات میں محض نظریاتی اساس کی بنیاد پر کامیاب ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس نظریاتی کامیابی کو عالمی جمہوریت کے اجارہ داروں نے برداشت نہیں کیا اور جمہوری عمل کو من پسند فوجی آمریت کے ذریعے غیراخلاقی اور غیرقانونی دخل اندازی کر کے ناکام بنانے کا شرمناک کھیل کھیلا۔

تحریک اسلامی الجزائر [FIS: اسلامک سالویشن فرنٹ] نے ۱۹۹۰ء کے آغاز میں اسلامی نظریے کی بنیاد پر جمہوری ذرائع سے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل کی۔ یہ واضح طور پر نظریے کی کامیابی اور اسلامی نظام کے قیام کی طرف ایک اہم قدم تھا۔ اس کو ناکام بنانے کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فرانسیسی سامراج کی پروردہ الجزائری فوج نے پُرامن جمہوری انقلاب کو خونیں انقلاب میں تبدیل کر دیا اور اس طرح ہزاروں بے گناہ شہریوں کو لقمۂ اجل بنا دیا گیا۔

اسی طرح تیونس میں تحریک اسلامی نے نظریاتی بنیاد پر واضح کامیابی حاصل کی۔ اور پھر ملک کو انتشار سے بچانے کے لیے رضا کارانہ طور پر اقتدار میں دیگر سیاسی جماعتوں کو اس حد تک شریک کار بنایا، جس سے خود النہضہ کے اسلامی تشخص پر شبہہ کیا جانے لگا۔ اس طرح تیونس کی تحریک اسلامی نے ووٹ سے کامیابی حاصل کر کے مخالفین کو بقائے باہمی کے اصول کے تحت شریکِ اقتدار کر کے وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا، جو بیسویں صدی کی سیاسی تاریخ میں ایک منفرد مثال ہے۔ کیا یہ اس بات کا واضح ثبوت نہیں ہے کہ اسلامی تحریکات اصولی اور نظریاتی سیاست کی بنیاد پر دستوری ذرائع سے سیاسی میدان میں سرگرم ہیں؟

دراصل یہ سب مقابلہ نظریۂ حیات کا ہے اور اصل مدمقابل باطل نظام ہائے زندگی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ کسی نظریے کی صداقت کے لیے ضروری نہیں کہ اس کا عملی تجربہ ہماری اپنی نگاہوں کے سامنے ہو۔ کارل مارکس پر یقین رکھنے والوں نے آج تک اس کے نظریے کو کسی عملی تجربہ گاہ کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے فکری اور منطقی استدلال کی بنا پر درست تسلیم کیا ہے۔ یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ نہ سابقہ اشتراکی روس میں اور نہ عوامی جمہوریہ چین میں آج تک کارل مارکس کی 'خیالی جنت' کا وجود عمل میں آیا اور نہ آنے کا کوئی امکان ہے، اس کے باوجود بطور ایک نظریہ اشتراکیت کا وجود پایا جاتا ہے۔

اس کے برعکس اسلامی نظریۂ حیات ایک فلسفی کا خواب نہیں بلکہ یہ پندرہ سو سال سے کہیں جزوی طور پر اور کہیں مکمل شکل میں نافذ رہ چکا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے مختصر دور میں دوبارہ یہ نظریہ عملی شکل میں نافذ ہوا، اور پھر ملوک وسلاطین کی تمام خامیوں کے ساتھ ان اَدوار میں اس کے اہم اجزا، قضا، معاشرت اور معیشت عملاً نافذ رہے، البتہ سیاسی نظام میں انحراف کے سبب معاشرہ اسلام کی تمام برکات سے مستفید نہیں ہو سکا۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ قرآن کریم دو قوتوں کا تذکرہ بار بار کرتا ہے۔ ایک حق کی قوت اور دوسری باطل کی قوت۔ جس کا مقابلہ قیامت تک زندہ رہنے والے اسلامی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



نظریۂ حیات سے ہے اور رہے گا۔ اس معرکۂ حق و باطل میں وقتی اتار چڑھاؤ فطری عمل ہے۔ حق و باطل کی کش مکش میں جہاں بدر ایک زندہ حقیقت ہے، وہاں اُحد و حنین اور موتہ بھی دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ حق اپنی صداقت کے باوجود مطلوبہ شرائط پوری نہ ہونے کے نتیجے میں وقتی طور پر مسائل کا شکار ہوسکتا ہے، لیکن آخرکار حق کو غالب آنا ہے اور باطل مٹ جانے کے لیے ہے: وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۸۱ (بنی اسرائیل ۱۷:۸۱)۔ زندہ تصورِ حیات وقتی طور پر غالب نظر نہ آرہا ہو لیکن اپنی عنصری صداقت کی بنا پر اس کو غالب ہونا ہے اور باطل جو جانے اور ختم ہونے کے لیے ہے، اسے فرار ہونا ہے۔ یہ وہ الہامی اصول ہیں جن سے قرآن کریم کا ہر طالب علم آگاہ ہے۔

**حصولِ اقتدار کی راہ میں رکاوٹ**

ایک بات اکثر صورت حال کی تہہ تک نہ پہنچنے کی بنا پر بعض ذہنوں میں پیدا ہوتی ہے کہ اگر تحریکاتِ اسلامی کے پاس قوتِ نافذہ (تمکّن فی الارض) نہیں ہے تو وہ کس طرح اپنا کردار ادا کرسکتی ہیں؟ اس طرح یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ جب تک اسلام کو ایک خطے میں عملاً نافذ کر کے نہ دکھا دیا جائے عوام اس کی صداقت کے قائل نہیں ہوں گے اور تحریکات اسلامی کو ووٹ دے کر کامیاب نہیں کرائیں گے۔ اس کے مقابلے میں مغربی سرمایہ دارانہ جمہوریت یورپ اور امریکا میں عملاً نافذ ہے، اس لیے اسلام کے علم برداروں کو اپنے اندر لچک پیدا کر کے مغربی لادین جمہوریت سے تعاون و اشتراک کے ذریعے اقتدار تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

دراصل ان تمام خدشات و شبہات اور مغالطوں کی جڑ میں جو بات فکری طور پر بیٹھی ہوئی ہے وہ وہی 'خودساختہ نظریہ' ہے، جس میں سرمایہ دارانہ جمہوریت اور معیشت کو دنیا کا واحد قابلِ عمل تصور قرار دیا گیا ہے اور دلیل یہ ہے کہ امریکا اور یورپ میں یہ نظام پھل پھول رہا ہے، جب کہ مقابل نظریہ (اشتراکیت) شکست کھا کر میدان چھوڑ چکا ہے، اس لیے اب کسی اور تیسرے نظام کی ضرورت نہیں ہے، دنیا کے انسانوں کو چپ چاپ اس نظام کو اپنا لینا چاہیے۔

ایسی بات کرنے والے اتنی ہمت تو نہیں رکھتے کہ یہ پوری بات زبان یا قلم سے ادا کریں، لیکن اسی تصور کو گھما پھرا کر اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اسلامی تحریکات کی نظریاتی سیاست کا دور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



ختم ہو چکا، اب لادینی جمہوریت کے اصول کو اپنا کر ہی کوئی کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اس لیے پاکستان کی بعض سیاسی جماعتیں بے اصولی کی سیاست کرنے کے باوجود کہتی ہیں کہ وہ 'اصولی سیاست' کر رہی ہیں، حالاں کہ ان جماعتوں کا اصول صرف ایک رہا ہے کہ وہ کس طرح اقتدار پر قابض ہوسکتی ہیں۔

ان تمام شبہات کا مختصر اور آسان حل قرآن کریم نے فراہم کر دیا ہے کہ باطل نظریات و تصورات کی طغیانی صداقت وحق کے نور کو گل نہیں کر سکتی، نہ اس پر غالب آسکتی ہے۔ یہاں اصل غور طلب امر یہ ہے کہ تحریکات اسلامی کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیے اور صحیح افرادی قوت کی فراہمی اور ترجیحات کا تعین کس طرح کیا جائے؟ ان میں جب بھی صحیح تناسب اور درست توازن ہوگا، اللہ کی نصرت اور کامیابی یقینی ہے۔

لادینی سرمایہ دارانہ جمہوریت ومعیشت جو امریکا اور یورپ میں نافذ ہے، کیا وہ کامیاب ہے، اور کیا اس کے ساتھ تعاون ہی میں نجات ہے؟ وہ کشتی جو خود شکستگی سے دوچار ہے، اس پر تکیہ کرنا کوئی دانش مندی ہوگی؟ جس ملک کے عوام وخواص اپنی قیادت پر اعتماد نہ رکھتے ہوں، جہاں درجنوں بنکوں کو کنگال کر دیا گیا ہو، جو حکومت خود کئی ٹریلین ڈالر کی مقروض ہو، کیا ایسی گرتی ہوئی دیوار کے سایے میں پناہ لینا مسلم دنیا کو تحفظ فراہم کرسکتا ہے؟

یہ منظرنامہ بتاتا ہے کہ تحریکات اسلامی کا علمی، فکری، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی سطح پر باطل تہذیب اور جاہلی نظام کے ساتھ معرکہ جاری رہنا ہی ایک فطری عمل ہے۔ لیکن جس چیز پر غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ جس طرح مصر میں سیاسی اور دستوری ذرائع سے کامیابی کے بعد ایک فتح بیرونی دخل اندازی سے ناکامی میں تبدیل کر دی گئی، کیا ایسا ہی ہوتا رہے گا یا تاریخ کے دھارے کو موڑا جاسکتا ہے؟

## مجوزہ حکمت عملی

اسلامی تحریکات جس دعوت کو پیش کر رہی ہیں، وہ دعوتِ حق ہے۔ اس میں سیاسی اقتدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک انعام اور آزمایش کی حیثیت رکھتا ہے۔ اصل کامیابی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور آخرت میں اجر ہے۔ اس لیے اگر سیاسی جدوجہد میں انھیں کوشش کے باوجود ہدف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



حاصل نہیں ہوتا تو کیا انھیں ناکام کہا جا سکتا ہے؟ ہمارے خیال میں اس سوال سے بھی زیادہ غور طلب پہلو یہ ہے کہ تحریکات اسلامی کی دعوتی حکمت عملی، ترجیحات اور نظام تربیت کا تنقیدی جائزہ اور خود احتسابی کے ذریعے ان اسباب کا تعین ضروری ہے، جو حصول ہدف میں رکاوٹ کا باعث رہے ہوں۔

قرآن کریم نے 'گھوڑوں کو تیار رکھنے کے حکم' کے ذریعے ہمیں لازمی منصوبہ بندی اور ترجیحات کے تعین اور حکمت عملی کے وضع کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اس لیے تحریکات اسلامی کو اپنے مقصد اور منزل پر پورے اعتماد کے ساتھ یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک خلوص، ایثار و قربانی اور بے لوثی کے ساتھ اپنا سب کچھ اقامت دین کے لیے لگا دینے والی ٹیم تیار ہو رہی ہے؟

امرِ واقعہ یہ ہے کہ تحریکات اسلامی کی سیاسی کامیابی ایک ضمنی پھل ہے۔ ان کا اصل حاصل وہ جدوجہد ہے جس کے نتیجے میں وہ صالح افراد کی جماعت پیدا ہوتی ہے جس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے وہ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہیں، جو بنیان مرصوص اور عباد الرحمٰن ہیں (الفتح ۴۸:۲۹)۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد پر صرف سمعنا و اطعنا کہنے اور عمل کرنے کے قائل ہیں۔ جب اور جہاں یہ تربیت یافتہ افراد پیدا ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی نصرت سے وہ باطل پر غالب آتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ (حٰمٓ السجدۃ ۴۱: ۳۰)

جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو، اور خوش ہو جاؤ اُس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

اجتماعی اور سیاسی جدوجہد کے دوران مختلف درجوں کی سرگرمیاں اپنی جگہ، لیکن تبدیلی اور کش مکش کے عمل کو نتیجہ خیز بنانے اور پایدار اصلاح کے لیے سب سے زیادہ ضروری چیز وہ مسلسل تعلیمی و تربیتی عمل ہے، جس میں قرآن کریم کا براہِ راست مطالعہ، سیرت النبیؐ سے براہِ راست تعلق، عبادات اور حقوق العباد کا شدت کے ساتھ اہتمام، انفاق فی سبیل اللہ اور اپنے اصولوں پر سختی سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جم جانا شامل ہے۔ اگر معاشرے میں اخلاق باختگی ہے تو اس کے خلاف کھڑا ہونا، اگر معاشی استحصال ہے تو اس کے خلاف صف آرا ہونا، اگر عدل و انصاف نہیں ہو رہا تو اس کے قیام کی جدوجہد کرنا، راتوں کو اللہ کے حضور کھڑے ہوکر مدد طلب کرنا، دن میں رزق حلال کے حصول کی کوشش اور زندگی کے ہر لمحے کو صرف دعوت الی اللہ کے لیے استعمال کرنا شرطِ اوّل ہے۔

یہی وہ راستہ ہے جس نے ہر دور میں احیاے اسلام کی جدوجہد کو وقار بخشا اور آخرت میں قبولیت کا امکان روشن کیا۔ تحریکی ترجیحات میں تعمیر کردار کو اولیت دیے بغیر محض افرادی کثرت پر توجہ، دین کا مدعا نہیں ہے۔ تحریک کا سرمایہ اس کے وہ باکردار افراد ہی ہو سکتے ہیں جو قرآن و سنت کی دعوت اور تبدیلی و اصلاح کے طریق کار کو اختیار کریں اور وقت کی قید سے آزاد ہوکر تطہیر افکار، تعمیر سیرت اور معاشرتی عدل رائج کرسکیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور بھی یہی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ان صادق اور امین نمایندوں کو منتخب کریں جو شریعت کی بالادستی اور ملک میں اسلامی عدل اور معیشت کے نظام کو رائج کرسکیں۔

تحریک اسلامی کی بنیادی ذمہ داری ایسے افراد کی تیاری ہے جو ذاتی مفاد کے بندے نہ ہوں بلکہ صرف اور صرف خالق حقیقی کے بندے بن کر اس کے حقوق کو ادا کریں اور خلق خدا کے حقوق کے تحفظ میں ذمہ دارانہ کردار ادا کرسکیں۔ ان افراد کی تیاری کے بغیر جو تبدیلی بھی آئے گی وہ وقتی اور جزوی ہوگی۔ دعوتِ دین ایک ہمہ جہت اور نہ ختم ہونے والی جدوجہد کا نام ہے۔ اس کا ہر محاذ اہم اور ہر محاذ دوسرے سے مربوط اور اس کی معاونت کا محتاج ہے۔ جسے مسلسل خونِ جگر سے سینچنے ہی سے عصر حاضر میں تحریک اسلامی اپنی منزل سے ہم کنار ہوسکتی ہے۔

---

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



دینی اور عصری علوم کی تعلیم و تدریس کا خصوصی نظام و اہتمام

تدریسی نصابات : عالم اسلام کی معروف جامعات اور دینی مدارس کے مساوی

# سید مودودیؒ انٹرنیشنل اسلامک ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ

□ ذریعہ تعلیم عربی اور انگلش □ عرب جامعات کے سند یافتہ ماہر اساتذہ کرام

## میٹرک پاس (آرٹس) طلبہ کے داخلوں کا آغاز

داخلہ : یکم تا 27 اگست 2018 آغاز تدریس : یکم ستمبر 2018

ٹیسٹ: 28 اگست انٹرویو: 29 اگست داخلہ لسٹ: 30 اگست

- ☆ میٹرک اور ایف اے امتحانات تیاری کے ساتھ لاہور بورڈ سے اور بی اے کے امتحانات پنجاب یونیورسٹی
- ☆ ایف اے کے بعد بی ایس علوم اسلامیہ (چار سالہ) اور ایم اے علوم اسلامیہ
- ☆ ملکی اور بین الاقوامی نامور علمی و فکری شخصیات کے خصوصی محاضرات کا اہتمام
- ☆ ہم نصاب سرگرمیاں اور فہم قرآن و حدیث کے پروگرام
- ☆ جامع مسجد، ہوسٹل اور میس کی بہترین سہولیات کے ساتھ کشادہ کھیل کا میدان
- ☆ حفاظ طلبہ کے حفظ کو مزید بہتر بنانے کے لیے صبح/شام دار القرآن انسٹی ٹیوٹ میں ایک مقررہ نظام الاوقات
- ☆ تعلیمی اور تفریحی دورے، تقریر و تحریر اور قائدانہ صلاحیت پروان چڑھانے کے لیے صحت مند مقابلے
- ☆ فارغ التحصیل طلبہ کے لیے انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، ترکی، نائجیریا، عرب دنیا اور عالم اسلام کے تعلیمی اداروں میں اعلیٰ تعلیم اور سروس کے بہترین مواقع

{ حفاظ کرام کے لئے خصوصی رعایت اور بہترین تعلیمی کارکردگی کے حامل اور مستحق طلبہ کے لیے وظائف }

دینی ذوق و شوق رکھنے والے میٹرک پاس طلبہ قابلِ ترجیح ہوں گے

برائے مزید معلومات


| | | |
|---|---|---|
| پروفیسر مصباح الرحمٰن یوسفی (ڈپٹی ڈائریکٹر) | سید وقار علی کاری (خازن) | ڈاکٹر شبیر احمد منصوری (ڈائریکٹر) |
| 0300-5865094 | 0321-4110795 | 0321-8910245 |
| حافظ نصیر الدین سلطان (ناظم دار القرآن) | الاستاذ عزیر صالح (ڈائریکٹر اکیڈمکس) | اظہر بلال (رجسٹرار) |
| 0343-8400600 | 0333-4571232 | 0300-8451173 |

سید مودودیؒ انٹرنیشنل اسلامک ایجوکیشنل انسٹی ٹیوٹ 18۔ وحدت روڈ، لاہور پاکستان

فون نمبر: 042-35416694 , 35413517 E-mail: smilahore1@gmail.com


داخلہ فارم ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کیا جا سکتا ہے۔ www.islahint.edu.pk

© rasailojaraid.com